

اسرائیل وزیر اعظم کتنا بے بس ہے!

سارہ ناتن یا ہو، اسرائیل کی خاتون اول ہے۔ اس کا خاوند ناتن یا ہو، چوتھی بار اپنے ملک کا وزیر اعظم بناء ہے۔ جس سیاسی جماعت سے تعلق ہے، یعنی لکڈ (Likud) آج بھی اسرائیل کی سب سے مقبول جماعت ہے۔ آنے والے ایکشن میں اسکی پارٹی کی حکومت ہو گی۔ دیکھا جائے تو انتظامی سطح پر ناتن یا ہوا پنے ملک کا مرد آہن ہے۔ یہ بھی طے شدہ چیز ہے کہ دنیا کا سب سے مضبوط اور طاقتور حکمران ہے۔ امریکہ کا صدر بھی بہت حد تک اسکے سامنے کم حیثیت ہے۔ سعودی عرب کا بادشاہ اور ولی عہد تک، چوری چھپے اس سے ملتے رہتے ہیں۔ اردن میں ہونے والی ان ملاقاتوں کو کسی بھی سطح پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ ذکر تک نہیں ہو گا۔ لیکن تلخ حقیقت یہ ہے کہ سعودی عرب کا بادشاہ اور شاہی خاندان، اپنا تسلط برقرار رکھنے کیلئے اسرائیلی وزیر اعظم کی خوشنودی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور بظاہر کامیاب بھی ہیں۔ ہمارے جیسے مقلد ممالک کیلئے تو سعودی عرب کا شہنشاہ "خادم حرمین" ہے۔ مگر مضبوط اور طاقتور ممالک کے سامنے اسکی رتبی برابر بھی اہمیت نہیں ہے۔ عرض کرنے کا مقصد انتہائی سادہ ہے۔ کسی بھی زاویہ سے پر کھل جائے۔ ناتن یا ہو، دنیا کا طاقتور ترین سیاستدان ہے۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ اپنے ملک یعنی اسرائیل میں "نظامِ انصاف" کے سامنے وہ مکمل طور پر بے بس ہے۔ لاچار اور کمزور ہے۔ وہ شخص جسے کسی بھی امریکی صدر سے ملنے کیلئے کسی خاص تردد کی ضرورت نہیں۔ اپنے ملک میں معمولی سے سرکاری اہلکار کے سامنے ایک ٹانگ پر کھڑا نظر آتا ہے۔

سارہ ناتن یا ہو، کافی عرصے سے اپنے ملک کی عدالتوں میں زیرِ عتاب ہے۔ چند برس پہلے وزیر اعظم ہاؤس کے چھوٹے سے ملازم نے عدالت میں اسکے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ سارہ نے اسکے ساتھ بد تمیزی کی ہے اور کرخنگی سے کام لیتے ہوئے کمرے سے باہر نکلنے کا حکم دیا ہے۔ کافی دریک تو برداشت کرتا رہا۔ مجبور ہو کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ وزیر اعظم کی بیوی عدالت کے سامنے دفاع کرنے میں ناکام رہی کیونکہ وزیر اعظم ہاؤس کا کوئی ملازم بھی یہ جھوٹ بولنے کیلئے تیار نہیں تھا کہ وہ ایک بد تمیز عورت نہیں ہے۔ اپنی عزت بچانے کیلئے اس خاتون نے اس ملازم سے معافی مانگی اور پھر اسے چالیس ہزار ڈالر بطور جرمانہ ادا کیے۔ یہ کوئی زیادہ دور کی بات نہیں۔ 2016 کا واقعہ ہے۔ مگر تین دن پہلے اسی خاتون پر ایک نیا مقدمہ دائر کیا گیا۔ سارہ ناتن یا ہو کا نے پینے کی شو قین عورت ہے۔ سرکاری رہائش گاہ کا شیف موجود ہے۔ مگر اسکے ہاتھ کے بنائے ہوئے کھانے میں وہ لذت دہن نہیں جو بیگم صاحبہ کو پسند آئے۔ وزیر اعظم سے کئی بار فرمائش کی کہ سرکاری سٹاف میں کوئی نیاشیف رکھ لے۔ مگر دنیا کے مضبوط ترین آدمی کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا کہ وہ اپنے گھر میں ایک ملازم کو نکال دے یا اسکی جگہ دوسرا بہتر باور چیز تعینات کر دے۔ اس کا چیف آف سٹاف بھی یہی مشورہ دیتا تھا کہ وہ ذاتی پسندیانا پسند کی بنیاد پر چھوٹے سے چھوٹے اہلکار کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اسرائیل کا "نظامِ عدل" اس درجہ فعال اور مضبوط ہے کہ اگر وہ شیف عدالت میں چلا گیا اور اس نے اپنی بے گناہی ثابت کر دی، تو ہو سکتا ہے کہ یا ہو کو وزارتِ عظمی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ بہر حال بیگم نے اس ساری صورتحال کا ایک اور حل نکالا۔ اس نے شام کا کھانا، تل ابیب کے ان باورچیوں سے منگوانا شروع کر دیا جو اسے پسند تھے۔ یہ تمام شیف لقریب اور وزانہ یا ہفتے

میں دو تین بار، سارہ ناتن یا ہو کے پسندیدہ کھانے بنانے کروزیرا عظم ہاؤس بھجوادیتے تھے۔ یہ سلسلہ دو تین سال سے جاری تھا۔ کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ سب کا خیال تھا کہ وزیرا عظم کی بیوی کو کم از کم یہ اختیار تو حاصل ہے کہ اپنی مرضی کا کھانا کھاسکے۔ مگر ملک کی "وزارتِ انصاف" کو جب یہ پتہ چلا کہ وزیرا عظم کی بیوی، سرکاری گھر میں مہنگے ترین کھانے باہر سے منگوارہی ہے تو انکے کان کھڑے ہو گئے۔ پولیس کے عام اہلکار کی ذمہ داری لگی کہ وہ تفتیش کرے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ وہ اہلکار روزیرا عظم ہاؤس گیا اور وہاں کے ملاز میں سے پوچھ گھٹھ شروع کر دی۔ اسے چند دنوں میں پتہ چل گیا کہ سارہ، کھانے باہر سے منگوانی رہی ہے اور اس پر سرکاری پسیے خرچ ہوئے ہیں۔

معمولی سا اہلکار کس سطح کا ہوگا۔ شائد ہمارے ملک میں پولیس انسپکٹر سے بھی نیچے۔ ویسے میری نظر میں کوئی بھی سرکاری ملازم معمولی نہیں ہوتا۔ حالات انسانوں کو معمولی یا غیر معمولی بنادیتے ہیں۔ وزیرا عظم ناتن یا ہو جیسا دبدبے والا شخص اس اہلکار کے سامنے چوہا بن گیا۔ اہلیہ کو تفتیش میں شامل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ تین سالوں میں سرکاری طور پر تقریباً ایک لاکھ ڈالر کا کھانا منگوایا گیا ہے۔ تفتیشی افسر کا سوال صرف ایک تھا کہ کیا وزیرا عظم ہاؤس میں شیف موجود تھا کہ نہیں۔ لازم ہے کہ جواب تھا کہ ہاں سرکاری باور پی تو موجود ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ اسکی موجودگی میں کھانا باہر سے کیوں منگوایا گیا۔ اسکا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ سارہ نے جب یہ جواب دیا کہ سرکاری شیف کے ہاتھ میں وہ ذاتی ہی نہیں جو اسے پسند ہے تو معاملہ بے حد بگڑ گیا۔ پولیس کے اہلکار نے فوراً کہا، کہ اگر آپ کو اپنے شیف کا کھانا پسند نہیں تھا تو پھر بھی آپ سرکاری پسیے سے ذاتی ذاتی والا کھانا کیسے منگوا سکتی ہیں؟ یہ تو آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس شوق کیلئے تو اپنی جیب سے ادا یگی ہونی چاہیے تھی۔ بیگم صاحبہ کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ جناب میں ملک کے وزیرا عظم کی بیوی ہوں، ٹرانسفر اس مشکل مقام پر کرواؤ گی کہ ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ ہاں تمہاری ترقی بھی روکا دوں گی۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا۔ معمولی سے اہلکار نے تحقیقات کو مکمل کیا اور پورٹ وزارت انصاف میں بھجوادی۔ وہاں قانون ماہرین نے جائزہ لیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ وزیرا عظم کی بیگم نے سرکاری شیف کی موجودگی میں ایک لاکھ ڈالر کا کھانا، سرکاری خزانہ سے منگوایا ہے۔ لہذا اسکے خلاف مقدمہ دائر ہونا چاہیے۔ چند دن پہلے سارہ ناتن یا ہو پر مقدمہ دائر کیا گیا۔ آپ یقین کرنے لگے کہ اس پر کون کون سی دفاعات لگائی گئیں۔ فراڈ، رشوت ستانی، بدیانتی اور قوم کے اعتقاد پر پورانہ اُترنے کے الزامات۔ یعنی صرف ایک لاکھ ڈالر کے ناجائز خرچ نے دنیا کے مضبوط ترین شخص کی بیوی کو کھڑے میں کھڑا کر دیا۔ "وزارتِ انصاف" کا وزیر بھی ناتن یا ہو کی سیاسی جماعت کا ہے۔ وزیر کی مجال نہیں تھی کہ اپنے ماتحت عملے کو صرف کہہ سکے کہ وزیرا عظم کی اہلیہ کو معمولی سی رعایت دے دو۔ چلو اتنی سخت دفاعات نہ لگاؤ۔ مگر اسرا نئی وزیرا عظم، حکومت کے دوران، اپنے ماتحت افسروں اور وزارت کے سامنے مکمل طور پر لاچا نظر آیا۔ حالت یہ ہے کہ سارہ ناتن یا ہو پر پورے ملک میں شدید تلقید ہو رہی ہے۔ سارہ کو ان جرائم کی بنیاد پر پانچ سال قید ہو سکتی ہے۔

عرض کرنے کا مقصد ہے کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ زندہ معاشرے اپنے قائدین پر کتنی کڑی نظر رکھتے ہیں۔ یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ قانون کی حکمرانی کس کو کہتے ہیں۔ انصاف کس چڑیا کا نام ہے۔ مساوات اور برابری کیا ہوتی ہے۔ ماضی کا کیا ذکر کریں۔ آپ گزشتہ میں

برسون میں پاکستانی صدور، وزراء اعلیٰ اور گورنرزوں کے اخراجات کی فہرست بنالیں۔ اس خرچے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک تو وہ تمام پیسے جو سرکاری کاموں اور ڈیوٹی میں خرچ ہوا اور دوسرا خرچہ جوانہوں نے اپنی ذات اور اپنے خاندان پر خرچ کیا۔ سرکاری پیسے کا ذکر کر رہا ہوں۔ یقین فرمائیے کہ آپ انکے اخراجات کو دیکھ کر ششدروہ جائیں گے۔ صرف انکے کھانے یعنی کچن کے اخراجات سالانہ سطح پر کروڑوں سے اوپر ہیں۔ اب تو یہ معاملہ اربوں میں جا چکا ہے۔ ملک امیر محمد خان، آخری نسل کے امین تھے جو ذاتی اخراجات اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے۔ شائد ملک مراجع خالد کا بھی یہی وظیرہ ہو۔ مگر طویل عرصے سے کوئی ایسا حکمران نہیں آیا جس نے اپنے اہل خانہ کے اخراجات پر کڑی نظر رکھی ہو یا جائز حدود میں رکھنے کے احکامات جاری کیے ہوں۔ کچن کو چھوڑ دیجئے۔ جس نے اپنی طرزِ زندگی، سفر اور عمل کو سادگی کی طرف مائل کیا ہو۔ کیا کسی ادارے کو تفتیش کرنے کی ہمت ہے کہ وہ ان اخراجات پر نظر رکھ سکے۔ شائد تحقیق کا لفظ مشکل ہو۔ اس طرزِ عمل میں فوجی اور عوامی بادشاہوں میں رتبی برابر بھی فرق نہیں۔ اچھی طرح یاد ہے کہ چند برس پہلے ایک وزیر اعلیٰ نے اپنے خاندان میں تیس سرکاری گاڑیاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ بیٹھے، بیٹیاں، داماد، بہوں اور دیگر رشتہ دار سرکاری خرچے پر زندگی کے تمام اہتمام پورے کر رہے تھے۔ انکے گھروں کے تمام اخراجات، وزیر اعلیٰ ہاؤس سے پورے کیے جا رہے تھے۔ انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ گزشتہ پندرہ بیس سالوں میں ہمارے پاس ایک بھی ایسی مثال نہیں جس میں سرکاری وسائل کو "شیر ماڈر" سمجھ کر استعمال نہ کیا گیا ہو۔ کھانا منگوانے کیلئے ایک شہر سے دوسرے شہر تک ہیلی کا پڑبھونا تو بالکل معمولی ہی بات ہے۔ اسکو تو برا سمجھا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ یہ یقین ہے۔ یہاں تک ہوا ہے کہ اچھے نکے کتاب اور مچھلی تلنے والوں کو سرکاری جہاز سے غیر ممالک میں منگوایا گیا ہے۔ صرف اسلیے کہ وزیر اعظم یا صدر صاحب کو غیر ملکی شیف کا ذائقہ پسند نہیں تھا۔ کبھی بھی اس نکتہ سے حاکمین کی سرکاری رہائش گاہوں کے اخراجات پر غور کریں، تو پسینے چھوٹ جائیں گے۔ کسی نے بھی سرکاری پیسے پر حرم نہیں کیا۔ ہم سارا دن اسرائیل اور صیہونی سازشوں کا ذکر کرتے ہیں۔ چلیں، حوصلہ کر کے، ایک آدمی مثال تو نکال لیں جہاں ہمارے صدر، وزیر اعظم یا دیگر گورنمنٹ ہاؤسز میں بیگم صاحبہ کی مرضی کے بغیر پتا بھی ہلتا ہو۔ دراصل ہم اپنے دشمن خود ہیں۔ اپنے مجرم بھی خود ہیں۔ کیونکہ ہم منافق لوگ ہیں، لہذا حقیقت کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہیں، بلکہ اسکے وجود سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ مگر اور کتنی دیر یہ سب کچھ چلتا رہیگا۔ یا شائد، ہمیشہ ہی ایسا ہوتا رہیگا۔ مجھے یہاں بہتری کی توقع بالکل نہیں ہے! ہو سکتا ہے، آپکو ہو!

راوٰ منظر حیات